خطباتِ بہاولپور

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

خطبات

تاریخِ قرآنِ مجید
تاریخِ حدیث شریف
تاریخِ فقہ
تاریخِ اصولِ فقہ و اجتہاد
قانون بین الممالک
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
دین (عقائد، عبادات، تصوف)

مملکت اور نظم و نسق
نظامِ دفاع اور غزوات
نظامِ تعلیم اور سرپرستی علوم
نظامِ تشریع و عدلیہ
نظامِ مالیہ و تقویم
تبلیغ اسلام اور —
غیر مسلموں سے برتاؤ

عہد نبوی میں سفارتی نظام

محمد یوسف فاروقی

مختلف قوموں اور مملکتوں کے درمیان باہمی تعلقات اور دو طرفہ معاہدات کے لیے قدیم زمانے سے سفارتی سرگرمیاں تاریخ میں نظر آتی ہیں ۔ جنگی معاملات اور تجارتی امور پر بھی اس ادارہ کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جاتا تھا ۔ قدیم زمانہ میں اگرچہ یہ ادارہ اس قدر منظم اور ترقی یافتہ نہ تھا ، نہ ہی سفارت خانوں کے مستقل دفاتر مختلف ممالک میں قائم ہوتے تھے ، لیکن سیاسی طور پر اسے نمایاں مقام حاصل تھا ۔ جب سفارتی رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی تو ایسے فرد کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا جو زیر غور مسئلے کے ہر پہلو کو خوب سمجھتا ہو ، ذہین و سمجھ دار ہو ، اپنی بات کو مؤثر انداز میں پیش کر سکے اور دوسرے فریق سے اپنی بات منوا سکے ۔

جنگ بعاث میں جب قبیلہ اوس کو شکست ہونے لگی تو انھوں نے ایک وفد ابوالحیس کی سربراہی میں قریش مکہ کے پاس بھیجا تھا ۔ اس وفد میں ایاس بن معاذ بھی تھے ۔ قبیلہ اوس نے یہ سفارتی رابطہ اس لیے قائم کیا تھا کہ قریش مکہ کو اپنا حلیف بنا لیں اور جنگ میں ان سے خزرج کے خلاف مدد حاصل کریں ۔[1] مکہ کی شہری مملکت میں سفارت کا ادارہ خاندان عدی کے پاس تھا ، اور بعثت کے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عہدے پر فائز تھے ۔[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ شبلی ، سیرت النبی جلد اول ، ص ۲۶۱ ۔ مطبوعہ قرآن محل ، کراچی ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۲۱۲ ۔

نے جب نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو قریش مکہ نے علماء یہود سے سفارتی رابطہ قائم کیا ۔ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن معیط کو مدینہ منورہ بھیجا تھا تاکہ وہ علماء یہود سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور آپ کے پیغام توحید کے بارے میں ان سے مشورہ کریں اور یہ معلوم کریں کہ آیا یہ مدعی نبوت واقعی نبی ہیں ؟ کیا اہل کتاب کی کتابوں میں کسی ایسے نبی کا تذکرہ موجود ہے ؟ [1] مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بعض مسلمانوں نے حبشہ کی جانب ھجرت کر لی تھی ۔ اہل مکہ نے شاہ حبشہ کے پاس سفارتی نمائندے بھیجے تاکہ سفارتی ذریعہ سے شاہ حبشہ پر دباؤ ڈالا جائے تاکہ وہ ھجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو ان کے حوالہ کر دے یا کم از کم اپنی حکومت سے انھیں نکلنے پر مجبور کر دے ۔ قریش مکہ کی جانب سے سفارت کے فرائض عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ نے انجام دیے ۔ شاہ حبشہ نے دربار میں قریش کے ان سفیروں کے ساتھ مسلمانوں کے نمائندوں کو بھی بلا لیا ۔ مسلمانوں کی جانب سے حضرت جعفر طیار نے ان قریشی سفیروں کی باتوں اور ان کے اعتراضات کا بہت مؤثر انداز میں مدلل جواب دیا ۔ حضرت جعفر طیار کی مؤثر و مدلل گفتگو نے شاہ حبشہ کو متأثر کیا اور اس نے ان مسلمانوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا ۔ سلطنت مکہ کی سفارت ان بے خانماں مہاجرین کے مقابلہ میں ناکام ہوگئی ۔ مسلمان مہاجرین کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی ۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں سفارتی رابطے صرف اس وقت قائم کیے جاتے تھے جب دو مملکتوں کے درمیان سیاسی یا دفاعی معاہدات طے کرنے ہوں یا کوئی اہم مشکل آن پڑی ہو ۔ بعض اوقات محض سیاسی تعلقات بنانے کے لیے بھی رابطہ قائم کیا جاتا تھا ۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ادارہ کو زیادہ فعال اور منظم بنایا اور اس کے فرائض میں سب سے اہم ذمہ داری دعوت دین اور اشاعت حق کے کام کو قرار دیا ۔

اسلام ایک آفاقی دین تھا جس نے زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالاتر ہوکر تمام انسانوں کی فلاح و سعادت کے لیے ایک جامع نظام حیات پیش کیا ، اس نظام میں دعوت دین یا نظریہ کی اشاعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفراء کے فرائض میں دعوت دین کے فریضہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے ۔

اسلامی مملکت بنیادی طور پر ایک نظریاتی مملکت ہوتی ہے ۔ نظریہ کی اشاعت اور دنیا بھر میں شہادت حق اور اس کے قیام کے لیے جدو جہد مملکت اور ملت کا

---

۱ - السہیلی ، الروض الانف جلد اول ، ص ۱۹ - مطبوعہ ملتان ۱۹۷۷ء -

اہم ترین فریضہ ہے ، لہذا ایک ایسی مملکت کے سفراء کی ذمہ داریاں بہت اہم ہوتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ ان کے انتخاب اور تقرر کے موقع پر اس عظیم الشان مقصد کو پیش نظر رکھا جاتا تھا - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن افراد کو یہ منصب عنایت فرماتے تھے وہ عملی اعتبار سے بہت پکے مسلمان ہوتے تھے ، اس لیے کہ عمل اشاعت دین کا بہت مؤثر ذریعہ ہے - عملی زندگی کے ساتھ ساتھ بعض اور صفات بھی دیکھی جاتی تھیں ، مثلاً دین کا وسیع علم رکھتے ہوں ، اپنے افکار و خیالات کے اظہار کا اچھا ملکہ حاصل ہو اور اپنی بات مؤثر اور مدلل انداز میں پیش کر سکیں ، لوگوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوں اور جس قوم یا جس ملک میں بحیثیت سفیر جا رہے ہوں ، وہاں کے حالات اور ان کی زبان کو سمجھتے ہوں -

محمد عجاج الخطیب نے المصباح المضی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

" وفی السنة السادسه کثرت بعوثه صلی اللہ علیه وسلم فقد وجه بعد صلح الحدیبیه رسله الی الملوک یحملون کتبه ، ففی یوم واحد انطلق ستة نفر الی جهات مختلفه یتکلم کل واحد منهم بلسان القوم الذین بعث الیهم - [1]

(۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفارتی وفود کثرت سے روانہ ہوئے ، صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں کے پاس اپنے خطوط دے کر ان سفیروں کو روانہ کیا ، ایک دن چھ وفود مختلف ممالک کے حکمرانوں کے پاس روانہ ہوئے ، ان میں سے ہر فرد اس قوم کی زبان جانتا تھا جس قوم میں اسے بھیجا گیا تھا -)

حضرت زید بن ثابت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبرانی زبان سیکھنے کا حکم اسی لیے دیا تھا کہ وہ یہودیوں کے ساتھ مذاکرات اور سفارتی سرگرمیوں میں زیادہ مؤثر کردار ادا کر سکیں - [2] سفراء کی اہلیت کے بارے میں عبدالحی کتانی نے اپنی مشہور کتاب التراتیب الاداریہ میں ایک اور اہم صفت کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفراء کے انتخاب میں اس بات کا خاص طور سے خیال فرماتے تھے کہ سفراء کی شخصیت باوقار و پر کشش ہو - حضرت دحیہ کلبی ان سفراء میں سب سے زیادہ صاحب وجاہت اور جاذب نظر تھے - [3]

۱- محمد عجاج الخطیب ، السنہ قبل التدوین ، ص ۱۷ - بحوالہ المصباح المضئی ، ص ۴۰ - مخطوطہ ، مکتبہ الاوقاف بحلب

۲- شبلی ، سیرۃ النبی ، ج ۱ ، ص ۳۹۳ - ۴ھ میں رسول اللہ نے حضرت زید بن ثابت کو یہ حکم دیا تھا -

۳- عبدالحی کتانی ، التراتیب الاداریۃ ، ج ۱ ، ص ۱۹۰ -

تحریک اسلامی کے آغاز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمرانوں اور سرداروں کے پاس سفیر نہیں بھیجے بلکہ عام لوگوں سے خود بھی رابطہ رکھا اور اپنے نمائندے بھی ان میں بھیج کر ان سے قریبی رابطہ رکھا ۔ یہ نمائندے قبیلوں کے عام لوگوں میں جاتے اور انھیں اسلام کی دعوت دیتے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرتے ۔

اسلام کی سیاسی تاریخ میں بیعت عقبہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے ، یہ بیعت دو مرتبہ ہوئی ۔ پہلی مرتبہ بیعت نبوت کے گیارہویں سال ہوئی اور اس کے ساتھ ہی اسلام کی شعاعیں سرزمین مدینہ پر پڑنے لگیں ۔ اس بیعت کے ساتھ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو اپنا نمائندہ بنا کر قبائل اوس و خزرج میں روانہ کر دیا تاکہ وہ ان لوگوں میں دعوت دین اور اشاعت حق کا فریضہ انجام دیں اور جو لوگ دین اسلام کو قبول کر لیں ، ان کی تربیت اور تزکیۂ نفس کا کام کریں تاکہ تقویٰ اور مکارم اخلاق کی بنیاد پر اُمت مسلمہ کے مہذب و صالح معاشرہ کی تشکیل کر سکیں ۔

حضرت مصعب بن عمیر کا انداز دعوت بہت لطیف ہوتا تھا ۔ وہ بہت ملاطفت کے ساتھ گفتگو کا آغاز کرتے اور مؤثر و مضبوط دلائل کے ساتھ مخاطب کو قائل کرتے تھے ۔ وہ جب بھی کسی کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتے تو کم ہی لوگوں کو انکار کی گنجائش ہوتی تھی ، ورنہ عام طور پر لوگ اسلام قبول کر کے دعوت دین کی تحریک میں ان کے شریک کار بن جاتے تھے ۔

عام لوگوں میں دعوت دین کا کام کرنا اور انھیں اپنے نظم میں منسلک کر لینا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا ان افراد کو شامل کرنا دشوار ہوتا ہے جو سیاسی قیادت کرتے ہوں یا اقتدار و قوت رکھتے ہوں ۔ حضرت مصعب بن عمیر کا کمال یہ تھا کہ انھوں نے اوس و خزرج کے سرداروں کو بھی جو مکمل سیادت و اقتدار کے مالک تھے ، دائرۂ اسلام میں داخل کر لیا ۔ اوس و خزرج کے ان سرداروں سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کے قبول اسلام کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی مدینہ منورہ کے ان دو عظیم قبائل کے تقریباً تمام افراد مسلمان ہوگئے ۔

مدنی دور میں جب باقاعدہ اسلامی مملکت قائم ہو چکی تھی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ادارہ کو خاص طور پر متحرک بنایا ، اور دین اسلام کی اشاعت ، امن و سلامتی کے قیام اور انسانیت کی فلاح و سعادت کے لیے اپنے سفراء کے ذریعہ اس وقت کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حکمرانوں ، نیم خود مختار ریاستوں کے امراء اور قبائل کے سرداروں کے ساتھ سفارتی رابطے قائم کیے اور انھیں دین کے

پیغام اور اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا اور یہ بات واضح کر دی گئی کہ ان کی اور ساری انسانیت کی سلامتی کا راستہ صرف دین اسلام ہے ۔ [۱]

جن حکمرانوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراء گئے ان میں سب سے زیادہ اہم حکمران روم کا بادشاہ قیصر تھا ۔ قیصر کے پاس حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر گئے ۔ یہ اس دور کی بات ہے جب روم کو اپنے زمانہ کی دوسری بڑی طاقت فارس کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی تھی ۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ روم اس دور کی سب سے بڑی طاقتور سلطنت تھی ۔ حضرت دحیہ کلبی جب قیصر کے دربار میں پہنچے تو اس نے ان کا اعزاز و احترام کیا ، آپ کا خط غور سے پڑھا اور بہت سے ضروری سوالات کیے ۔ قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کے بارے میں صرف آپؐ کے سفیر ہی سے گفتگو نہیں کی بلکہ عرب کی سر زمین سے تجارت کے سلسلے میں آنے والے لوگوں کو بھی بلا بھیجا تاکہ ان سے بھی معلومات حاصل کرے ۔ ابو سفیان ان دنوں تجارتی قافلہ کے ساتھ غزہ میں تھے ، انہیں دربار میں بلا کر ان سے بھی رسول اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور آپؐ کے پیغام سے متعلق سوالات کیے ، اس تمام گفتگو سے جو قیصر نے آپ کے نمائندہ اور ابو سفیان سے کی تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی صداقت کا یقین ہوگیا تھا ۔ قیصر نے مزید تصدیق کے لیے اپنی مملکت کے ایک بڑے عالم ضغاطر رومی سے بھی معلومات حاصل کی تھیں ، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی تھی ۔ [۲]

قیصر روم نے آپؐ کے سفیر کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعتراف کیا اور آپ کے سفیر کو اعزاز و احترام کے ساتھ واپس روانہ کیا ۔ [۳]

شاہ روم کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرے یا اپنی وسیع و عریض مملکت کو برقرار رکھے اور اپنی رعایا کو خوش رکھے ، شاید سیاسی مصلحتیں اور مادی منافع رکاوٹ بن گئی تھیں ۔ [۴]

۱۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے محمد رضا مصری ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ص ۲۲۴ تا ۲۷۴ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۶۶ء ، ابن جریر طبری ۶ھ کے واقعات کے تحت ۔

۲۔ ابن حجر عسقلانی ، فتح الباری ، ج ۱ ، ص ۳۸ ۔

۳۔ الطبری ، ج ۳ ، ص ۸۸۷ ابن کثیر ، البدایہ و النہایہ ، ج ۴ ، ص ۲۶۲ تا ۲۶۸ ۔

۴۔ السیرۃ الحلبیہ میں قیصر کے یہ الفاظ منقول ہیں " ان فعلت ذھب ملکی و قتلنی الروم" اگر میں آپؐ کی بات مان لوں تو میری حکومت جاتی رہے گی اور رومی لوگ مجھے قتل کر دیں گے ۔ شاید قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ پر غور نہیں کیا تھا " اسلم تسلم " اسلام قبول کر لو تم بچ جاؤ گے"۔

دنیا کی بڑی طاقت ہونے کا بھرم بھی برقرار رکھنا چاہتا تھا ، لیکن ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور رسالت کا رعب بھی دل و دماغ پر چھا گیا تھا ، یہی وجہ ہے کہ ۹ھ میں تبوک کے مقام پر قیصر کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسلمان مجاہدین کے مقابلہ کے لیے نکلتا ۔ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابی میں حضرت دحیہ کلبی کی کامیاب سفارت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکتوب کا بڑا حصہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی کے ہاتھ بھیجا تھا ۔

فارس دنیا کی دوسری بڑی سلطنت تھی ، دنیا کے بہت بڑے حصے پر کسریٰ کا راج تھا ۔ صلح حدیبیہ کے بعد غالباً اس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے پاس سفیر بھیجا تھا ، اسی زمانہ میں فارس کے شہنشاہ کسریٰ کے پاس بھی بھیجا ، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کی حیثیت سے کسریٰ کے پاس گئے اور اسے آپ کا پیغام پہنچایا ، کسریٰ کے لیے یہ بات ناقابل برداشت ہوئی کہ اتنی بڑی حکومت کے شہنشاہ کو جزیرہ العرب کی چھوٹی سی مملکت کا ایک فرد دین الٰہی کی دعوت پیش کرے اور یہ بات کہے کہ اسلام قبول کر لو ، اسی میں سلامتی ہے ۔ کسریٰ نے سخت ردعمل کا مظاہرہ کیا اور آپؐ کے مکتوب کو پھاڑ دیا ۔ یمن اس زمانہ میں فارس کی نو آبادی تھا جہاں باذان گورنر تھا ، کسریٰ نے یمن کے گورنر کو حکم بھیجا کہ فوراً دو طاقتور افراد سر زمین حجاز بھیجو اور اس شخص کو جو لوگوں کو نئے دین کی دعوت دے رہا ہے حکم دو کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کی طرف لوٹ جائے ، اگر وہ باز نہیں آتا تو اس کا سر میرے پاس پیش کرو ، یا خود اسے گرفتار کر کے پیش کرو ۔ باذان نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو قوی افراد بھیج دیے ، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ آپ اپنے آپ کو ان سپاہیوں کے حوالے کر دیں ، اگر آپ نے بچنے کی کوشش کی تو یہ نہ صرف آپ کی تباہی کا باعث ہوگا بلکہ آپ کی پوری قوم اور آپ کے ملک کی تباہی کا بھی باعث ہوگا ، یہ سپاہی باذان کا حکم نامہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ کی عظمت و تقدس سے مرعوب ہوگئے ، اور خاموشی کے ساتھ حاکم یمن کا حکم نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ تم کچھ روز یہاں ٹھہرو ، کل پھر مجھ سے ملنا ۔ اگلے روز جب یہ لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے انھیں اطلاع دی کہ فارس کا کسریٰ قتل کر دیا گیا ، اس کا بیٹا تخت و سلطنت پر قابض ہوگیا ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سپاہیوں کو بھی اسلام کی دعوت دی اور ان سے کہا کہ اب تم جاؤ اور میری طرف سے حاکم یمن کو بھی اسلام کی دعوت پیش کر دو ، اور اسے یہ بھی بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ کا دین اور میری مملکت وہاں تک پہنچے گی ، جہاں تک کسریٰ کی حکومت پہنچی ہے ۔ حاکم یمن کے سپاہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر واپس چلے گئے اور تمام حالات حاکم یمن سے بیان کیے۔ جب اسے اس واقعہ کی تصدیق ہوئی کہ شاہ فارس کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس کا بیٹا شیرویہ حکومت پر قابض ہوگیا ہے تو باذان اور اس کے رفقاء کار نے اسلام قبول کر لیا ۔[۱]

حاکم حبشہ اصحمہ نجاشی کے پاس عمرو بن اُمیہ ضمیری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر گئے ۔ نجاش عیسائی بادشاہ تھا ، اور اس سے قبل جب مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور اہل مکہ نے سفارتی ذرائع سے اس پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ ان مسلمانوں کو جو ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے ہیں ، اپنے ملک سے نکال دے ، لیکن مسلمانوں کے نمائندے سے گفتگو کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ ان مسلمانوں کا پیغام حق ہے اور ان کے مقاصد نیک ہیں ۔ حضرت جعفر طیار کی تقریر سے شاہ حبشہ متأثر ہو چکا تھا ۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے باقاعدہ سفیر پیغام لے کر گیا ، اور شاہ حبشہ سے بہت مؤثر و بلیغ انداز میں گفتگو کی ۔[۲] نجاشی نے آپ کے مکتوب کو بہت ادب و احترام کے ساتھ پڑھا ، اور اس خط کا جواب ارسال کیا جس میں اس نے اسلام کا اعلان کیا اور لکھا کہ میں نے آپ کے سفیر کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لی ہے ۔[۳]

مصر کے حاکم مقوقس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کی حیثیت سے گئے ۔ مقوقس نے آپ کے سفیر کا اعزاز و احترام کیا ۔ حاطب بن ابی بلتعہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی مقوقس کو دیا ، اور اسے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں باتیں بتائیں ۔ حاکم مصر نے مملکت اسلامیہ کے سفیر سے بات کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے :

" احسنت انت حکیم جاء من عند حکیم "

(تم نے مجھے اچھی طرح سمجھایا ہے ، تم سمجھ دار انسان ہو اور ایک دانا و حکیم کی طرف سے آئے ہو ۔)[۴]

قبطیوں کا یہ حکمران خود مختار نہ تھا بلکہ رومی سلطنت کے زیر اثر تھا ۔ اسے یہ جرأت تو نہ ہوئی کہ آپ کی دعوت کو بلا جھجک قبول کر لیتا ، اس نے

۱۔ علی بن برہان الدین الحلبی ، السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۲۹۱ ، ۲۹۲ ۔ ابن سید الناس:عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۶۳ ۔ زرقانی ، ج ۳ ، ص ۳۴۲ ۔ الطبری ، جلد ۳ ، ص ۹۰ ۔ البدایہ و النہایہ ، ج ۴ ، ص ۲۶۸ ، ۲۷۲ ۔
۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کا شاہ حبشہ سے انداز گفتگو کے لیے دیکھیے ابن سید الناس ، عیون الاثر ، جلد ۲ ، ص ۲۶۴ ۔
۳۔ علی بن برہان الدین حلبی ، السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۲۹۳ ۔
۴۔ السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۲۹۶ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ جواب لکھا ، اور خیر سگالی کا اظہار کرتے ہوئے بہت سے تحائف بھیجے ۔

حاکم بحرین کے پاس بھی سفارت بھیجی گئی ۔ منذر بن ساوی بحرین کا حاکم مجوسی مذہب کا پیروکار تھا ، حضرت علاء بن حضرمی نے سفارتی فرائض انجام دیے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا ۔ شاہ بحرین نے اسلام قبول کر لیا اور اہل بحرین کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھوایا ۔ بحرین میں مجوسیوں اور یہودیوں کی آبادی تھی ، ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ۔ منذر بن ساوی نے خط کا جواب لکھا اور آپ سے اس سیاسی الجھن کے بارے میں پوچھا جو ارکان حکومت اور رعایا کے بہت سے افراد کے قبول اسلام کے بعد پیدا ہوگئی تھی ، وہ یہ کہ اب غیر مسلم رعایا کے ساتھ کس طرح کا تعلق ہوگا ؟ ۲

عمان کے حکمران جلندی کے دو بیٹے عبد اور جیفر عملاً حکمران تھے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے پاس حضرت عمرو بن العاص کو سفیر بنا کر بھیجا ۔ حضرت عمرو بن العاص خود ایک بہت بڑے سردار کے بیٹے تھے ، ان کے والد کی قائدانہ صلاحیتوں کا عرب معترف تھا ۔ حضرت عمرو بن العاص عمان پہنچے تو پہلے عبد بن جلندی سے ملاقات ہوئی ۔ عبد جلندی بہت خوش اخلاق ، بردبار اور سلیم الطبع انسان تھا ۔ اس نے دین اسلام کے علاوہ بعض اہم سوالات کیے جو بین الاقوامی سیاست اور دیگر حکمرانوں کے اسلام کے بارے میں طرز عمل سے متعلق تھے ، مثلاً اس نے حبشہ کے بادشاہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا اسے بھی دعوت دین دی گئی ہے ؟ اگر دی گئی ہے تو اس کا رد عمل کیا ہوا ؟ نجاشی کے اسلام قبول کرنے کا اس کی رعایا پر کیا اثر ہوا ؟ مملکت حبشہ کے پادریوں اور راہبوں نے اپنے بادشاہ کے قبول اسلام پر کس قسم کا رد عمل ظاہر کیا ؟ روم کے شہنشاہ ہرقل کو بھی نجاشی کے قبول اسلام کی اطلاع ملی یا نہیں ؟ اطلاع ملنے پر ہرقل نے حبشہ کی مملکت کے خلاف کیا اقدامات کیے ؟ حضرت عمرو بن العاص نے اس کے تمام سوالات کے جواب دیے اور اسے خاصا مطمئن پایا ۔ پھر اس کے بڑے بھائی جیفر کے ساتھ بھی گفتگو ہوئی ۔ جیفر و عبد کی معاونت کے لیے مملکت کے دیگر اہم ارکان اور مشیر بھی شریک رہے ۔ مذاکرات کا سلسلہ جاری رہا ۔ بالآخر

۱۔ السہیلی ، روض الانف ، ج ۲ ، ص ۳۵۵ ۔ السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۲۹۵ ، ۲۹۸
عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۶۵ ۔

۲۔ السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۳۰۰ ، عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۶۶ ۔ روض الانف ، ج ۲ ، ص ۳۵۶ ۔

عمان کے یہ دونوں حکمران اسلام کے بارے میں مطمئن ہوگئے اور اسلام قبول کر لیا ۔ [۱]

الاصابہ میں جلندی کے یہ اشعار نقل کیے ہیں جو انھوں نے قبول اسلام کے بعد کہے تھے :

اتانی عمرو بالتی لیس بعدھا ـــ من الحق شیی و النصیح نصیح
فیا عمرو قد اسلمت للہ جھرۃ ـــ ینادی بھا فی الوادیین فصیح [۲]

(عمرو میرے پاس حق و صداقت کا پیغام لائے ہیں جس کے بعد حق و صداقت کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا ، اور خیرخواہ تو خیرخواہ ہی ہوتا ہے ۔

اے عمرو ! میں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہوں ۔ میرے ایمان کا اعلان ان دونوں وادیوں میں فصیح و بلیغ انسان بآواز بلند کرے گا ۔)

یمامہ کا امیر ہوذہ بن علی تھا ۔ اس کے پاس حضرت سلیط بن عمرو عامری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ۔ حضرت سلیط بن عمرو کو اس لیے سفیر منتخب کیا کہ وہ اکثر یمامہ جاتے رہتے تھے ، وہاں کے حالات سے واقف تھے ۔[۳] سلیط بن عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی حاکم یمامہ کو پہنچایا ۔ ہوذہ نے آپؐ کے نمائندے کا بہت اعزاز کیا ، آپؐ کے خط کو پڑھا ۔ اس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کی دعوت دے رہے ہیں وہ بہت اچھا دین ہے ، لیکن حکومت و اقتدار کی ہوس دامن گیر رہی ۔ ہوذہ نے سلیط بن عمرو سے کہا کہ دیکھو میں صرف حاکم ہی نہیں بلکہ اپنی قوم کا شاعر اور خطیب بھی ہوں ۔ عرب میرے مقام و مرتبہ سے ڈرتے ہیں ، لٰہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکومت میں شریک کریں تو میں ان کی اتباع کرنے کو تیار ہوں ۔ اس جواب کے ساتھ حضرت سلیط کو خلعت عطا کی اور تحفے دے کر واپس روانہ کیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر یمامہ کے سیاسی اسلام کو قبول نہ کیا ، بلکہ فرمایا کہ ''اگر وہ بالشت بھر زمین مانگے گا تو نہیں دوں گا ۔ ہوذہ خود بھی تباہ ہوا اور اس کا ملک بھی تباہ ہوا ''۔[۴]

دمشق میں حارث بن ابی شعر غسانی کے پاس حضرت شجاع ابن وھب اسدی کو اپنا پیغام دے کر بھیجا ۔ حارث رومی حکومت کے ماتحت تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۳۰۱ تا ۳۰۳ ۔ عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۶۷ ۔ روض الانف ، ج ۲ ، ص ۳۵۶ ۔
۲۔ الاصابہ ، ج ۱ ، ص ۲۶۲ ۔
۳۔ السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۳۰۳ ۔
۴۔ السیرۃ ، ج ۳ ، ص ۳۰۴ ۔ عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۶۹ ۔ زاد المعاد ، ج ۳ ، ص ۶۳ ۔

علیہ وسلم کے سفیر نے اس کے حفاظتی عملہ سے بہت کچھ معلومات حاصل کر لی تھیں ۔ انھیں ملاقات سے قبل ہی یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ حارث قیصر روم سے بہت ڈرتا ہے ۔[1] حارث سے ملاقات ہوئی تو اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پیش کر دیا ۔ حارث نے خط پڑھ کر پھینک دیا ، کہنے لگا کہ بھلا مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے ، یہ کہہ کر اس نے جنگی تیاری کا حکم دے دیا اور اجازت لینے کے لیے قیصر کو بھی لکھ دیا - قیصر کے پاس حارث کا خط لے کر قاصد اس وقت آیا جب حضرت دحیہ کلبی اسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قسم کا پیغام پہنچا چکے تھے ۔ قیصر نے فوج کشی کے ارادہ سے منع کر دیا اور کہا کہ بیت المقدس میں میرے استقبال کی تیاری کرو ۔ حارث بن شمر غسانی کو تو روم کی طاقت پر گھمنڈ تھا ، جب اس نے دیکھا کہ قیصر روم بھی ان سے خوفزدہ ہے تو اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کو بلایا اور سو مثقال سونا بطور تحفہ دے کر انھیں روانہ کیا ۔[2]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ اور بھی بے شمار قبائل کے سرداروں ، ریاستوں کے نوابوں اور سیاسی قیادت رکھنے والے معززین کے پاس اپنے نمائندوں کو بھیجا ، مثلاً یمن کے بادشاہ حارث بن عبد کلال حمیری کے پاس مہاجر ابن اُمیہ مخزومی کو بھیجا ۔[3] قبیلہ بنو کلاب کے سمعان بن قریط کے پاس عبداللہ بن عولجہ عرفی کو ، بکر بن وائل کے پاس طبیان بن مرثد کو قبیلہ حمیر کے رؤساء حارث ، مسروح اور نعیم بن عبد کلال کے پاس عیاش بن ربیعہ مخزومی کو ، طائف کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف کے پاس نمیر بن خرشہ کو ، مسیلمہ کذاب کے پاس سائب بن عوام کو اور حضرت وائل بن حجر کو خود انھی کے قبیلہ کے لوگوں کے پاس پیغامات دے کر بھیجا ۔[4]

سفارتی رابطوں کے اثرات

عہد نبوی میں سفارتی ذرائع سے مختلف ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے اور ان میں دعوت دین اور اشاعت حق کے لیے کام کرنے کے بہت سے

۱۔ حفاظتی عملہ کے افسر نے بتایا کہ ”ھو یخاف قیصر“ (وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔) السیرۃ الحلبیہ ، ج ، ص ۳۰۵ -

۲۔ زرقانی ، ج ۳ ، ص ۳۵٦ ۔ عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۷۰ ۔ السیرۃ الحلبیہ ، ج ۳ ، ص ۳۰۳ -

۳۔ ابن ہشام ، سیرۃ النبی ، ج ۴ ، ص ۲۷۸ ۔ ابن سید الناس ، عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۵۹ -

۴۔ طبقات بن سعد ، ج ۲ ، ص ۳۴ تا ۷۵ -

دور رس نتائج برآمد ہوئے ۔ سب سے زیادہ اہم فائدہ تو یہی ہوا کہ بہت سے حکمرانوں ، قبائل کے سرداروں اور سیاسی رہنماؤں نے اسلام قبول کر لیا اور دعوت دین کے کام میں خود بھی شریک ہوگئے ۔ معاشرہ کے ان اثر و رسوخ رکھنے والے طبقات کے اسلام قبول کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی رعایا اور ان کے زیر اثر لوگ بھی دلچسپی اور جستجو کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت تھوڑے عرصے میں یہ لوگ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے ۔

بعض حکمرانوں نے اگرچہ اسلام کو قبول تو نہیں کیا لیکن ذہنی طور پر وہ یہ بات ماننے پر مجبور ہوگئے کہ اسلام حق و صداقت کا دین ہے ، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دین کا کام مخلصانہ طور پر اسلام کی حقانیت کی بناء پر کر رہے ہیں ۔ ملکوں اور علاقوں پر قبضہ کرنا یا اپنی مملکت کی سرحدوں کو وسیع کرنا ان کا مقصد نہیں ، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام قبول کرنے والے حکمرانوں یا قبائلی سرداروں کو حکومت و قیادت سے برطرف نہیں کیا کرتے تھے بلکہ انہی لوگوں کو برقرار رکھتے تھے ۔

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال عزم و استقامت نے ان حکمرانوں کو یہ بات سوچنے پر بھی مجبور کر دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج جس اعتماد و یقین کے ساتھ اسلام کی دعوت دے رہے ہیں ، مستقبل میں یہ دین ضرور غالب و کامیاب ہوگا ۔ انہی وجوہات کی بناء پر بہت سے حکمرانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سفراء کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ، انھوں نے ان سفیروں کو تحفے پیش کیے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تحائف بھیجے تاکہ دوستانہ تعلقات قائم کر سکیں ۔

فارس کے شہنشاہ کسریٰ اور دو ایک دیگر حکمرانوں نے ان سفیروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کے جواب میں سخت رد عمل کا مظاہرہ کیا ۔

سب سے بڑا فائدہ ان سفارتی سرگرمیوں کا یہ ہوا کہ ان حکمرانوں کے جوابات اور ان کے رد عمل نے ان کے مقاصد اور سیاسی رجحانات کو واضح کر دیا جس کی روشنی میں مملکت اسلامیہ کے لیے ان کے ساتھ مستقبل کی پالیسی مرتب کرنا اور ان کے ساتھ آئندہ تعلقات کی نوعیت متعین کرنا آسان ہوگیا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیروں کے ساتھ طرز عمل

زمانہ جاہلیت میں اگرچہ یہ قانون موجود تھا کہ سفارتی نمائندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے ، اور بد سلوکی یا ایزا رسانی سے گریز کرنا چاہیے ، لیکن اس قانون پر پوری طرح عمل نہیں کیا جاتا تھا ۔ سفیروں کے ساتھ غیر مہذب سلوک

حتیٰ کہ انھیں یرغمالی بنانے اور قتل تک کر ڈالنے کی بے شمار مثالیں تاریخ میں موجود ہیں ۔ خود مسلمان سفیروں کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا رہا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نمائندوں کو قتل بھی کیا گیا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارتی آداب کی تعلیم دی ، اور سفیروں کے ساتھ اعزاز و احترام کا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے ۔ جن سفراء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حکمرانوں یا قبائلی سرداروں کے پاس بھیجا تھا ، انھیں بھی اس بات کی تربیت دی تھی کہ وہ لوگ اپنے مشن میں سفارتی آداب کو ملحوظ رکھیں اور حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام سفیروں کی سرگرمیوں اور تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان تمام باتوں کا ہر طرح سے خیال رکھا ۔ مثلاً حضرت دحیہ کلبی نے قیصر روم سے براہ راست رابطہ قائم نہیں کیا بلکہ روم کی ایک ماتحت ریاست بصریٰ کے گورنر کے توسط سے ملاقات کا اہتمام کیا ، بصریٰ کے گورنر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کے ساتھ اپنے دربار کے ایک معتمد فرد عدی بن حاتم کو بھیجا تا کہ وہ قیصر روم کے ساتھ ملاقات کا انتظام کرائے ۔ ۱

مدینہ منورہ میں آنے والے سفراء اور وفود کے ساتھ آپ بہت عزت و احترام کا برتاؤ کرتے تھے ، اور اس قدر رواداری کا مظاہرہ فرماتے تھے کہ ان کی بہت سی نا زیبا اور نا قابل برداشت حرکتوں کو بھی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے ۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سب سے بد ترین وفد عامر بن طفیل کا وفد تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا ، یہ وفد تین افراد پر مشتمل تھا ۔ عامر بن طفیل ، اربد بن قیس اور جبار بن سلمی ۔ عامر بن طفیل اس وفد کا قائد تھا ۔ یہ تینوں سرداران قوم سے تھے اور ان کے عزائم ٹھیک نہ تھے ۔ عامر بن طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غیر مہذب بلکہ گستاخانہ انداز میں گفتگو کی ۔ واپس جاتے ہوئے اس نے دھمکی بھی دی کہ وہ اپنے مسلح لشکروں سے مدینہ کی مملکت کو تہس نہس کر دے گا ، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ بھی سفیروں کا سا سلوک کیا ، اور اس کے جانے کے بعد صرف یہ دعا کی کہ اے اللہ تو عامر کے فتنوں سے ہمیں محفوظ فرما ۔ ۲

مسیلمہ کذاب کے سفیروں سے بھی برا سلوک نہیں کیا گیا ، حالانکہ ان سفیروں نے تمام آداب کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی بد تمیزی اور شرارت کا مظاہرہ کیا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صرف یہ کہا :

۱- سیرت حلبیہ ، ج ۳ ، ص ۲۸۴ -
۲- ابن سید الناس ، عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۳۲ - زاد المعاد ، ج ۳ ، ص ۲۹ -

"انا واللہ لو لا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما" [۱]

(خدا کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سفیروں کا قتل جائز نہیں ، تو میں ضرور تمھاری گردنیں اُتروا دیتا ۔)

نجران کا ایک بہت بڑا وفد مدینہ منورہ آیا ، یہ وفد ساٹھ افراد پر مشتمل تھا اور اس کی قیادت عبدالمسیح کر رہا تھا ، یہ لوگ مسجد نبوی میں ٹھہرے ۔ جب ان کی نماز کا وقت ہوا تو انھوں نے مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا چاہی ۔ یہ لوگ عیسائی تھے اور بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے تھے ، جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے مطابق اور اپنے قبلہ کی جانب منہ کر کے ہماری مسجد میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو انھیں روکنا چاہا ، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرما دیا اور ان مہمانوں کو اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھنے کی اجازت دی ، چنانچہ انھوں نے مسجد نبوی میں عیسائیت کے مطابق نماز ادا کی ۔ [۲]

قبیلہ بنو ثقیف کا وفد آیا تو اسے بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور خاص طور پر ان کے لیے خیمے لگوائے ۔ ان کے ساتھ مذاکرات اور ضیافت کے لیے حضرت خالد بن سعید بن العاص کو افسر رابطہ و ضیافت مقرر فرمایا ۔ [۳]

مدینہ منورہ میں آنے والے سفراء اور وفود کے پاس اگر زاد راہ ختم ہو جاتا تو ان کی واپسی کے انتظامات فرماتے تھے ۔ قبیلہ مذینہ کا وفد واپس جانے لگا تو ان کے پاس راستے میں کھانے پینے کا سامان پورا نہیں تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان کے لیے اسباب خورد و نوش کا انتظام کر دیا جائے ۔ [۴] اسی طرح بنو ثعلبہ کے وفد کے ہر فرد کو واپس جاتے ہوئے پانچ پانچ اوقیہ چاندی دینے کا حکم صادر فرمایا تھا ۔ [۵]

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیروں کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کرنے کا حکم دیا تھا ۔ آپؐ کے الفاظ یہ تھے :

"آجز هم کما تجیز الوفد"

۱۔ ابن هشام ، سیرۃ النبی ، ج ۴ ، ص ۲۷۲ ۔
۲۔ السیرۃ الحلبیہ ، ج ۲ ، ص ۲۳۵ ۔
۳۔ عیون الاثر ، ج ۲ ، ص ۲۲۸ ، السیرۃ الحلبیہ ، جلد ۳ ، ص ۲۴۲ ، ۲۴۳ ۔
۴۔ الخصائص الکبریٰ ، ج ۲ ، ص ۲۳ ۔
۵۔ الطبقات الکبریٰ ، ج ۱ ، ص ۲۹۸ ۔

ان (وفد ثعلبہ) کے ساتھ اسی طرح خاطر و مدارات کرو جس طرح وفود کے ساتھ خاطر و مدارات کی جاتی ہے ۔ [1]

سفیروں کے تحفظ اور ان کے اعزاز و احترام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر خیال تھا کہ اپنے آخری ایام میں جو وصیت فرمائی تھی اس میں بھی سفیروں کے ساتھ با عزت سلوک کرنے کا حکم دیا تھا ۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ان نمائندوں کی عزت و مدارت اسی طرح کرتے رہنا جس طرح میں کرتا ہوں ۔ آپ؟ کے الفاظ یہ تھے :

" أجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم " [2]

* * * *

۱- الطبقات الکبریٰ ، ج ۱ ، ص ۲۹۸ -
۲- ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، ج ۲ ، ص ۲۴۲ -